رسائل و مسائل

عدتِ خلع

سوال :- آپ کی تصنیف تفہیم القرآن جلد اول سورۂ بقرہ ص۱۷۵ میں لکھا ہوا ہے کہ "خلع کی صورت میں عدت صرف ایک حیض ہے، دراصل یہ عدت ہے ہی نہیں بلکہ یہ حکم محض استبراءِ رحم کے لیے دیا گیا ہے" الخ

اب قابلِ دریافت یہ امر ہے کہ آپ نے اس مسئلہ کی سند وغیرہ نہیں لکھی، حالانکہ یہ قول منفہوم الآیہ اور اقوالِ محققین اور قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی خلاف ہے۔

(۱) فی الفتح. روی عبد الرزاق مرفوعا الخلع تطلیقة ،

(۲) وروی الدارقطنی وابن عدی انه جعل النبیؐ الخلع تطلیقة ۔

(۳) وروی مالک عن ابن عمرؓ عدة المختلعة عدة المطلقة ۔

ایک ابوداؤد کی روایت ہے کہ عدتها حیضة، لیکن یہ قول تصرف من الرواة پر محمول کیا گیا ہے اور نص کے بھی خلاف ہے کہ نص میں ہے وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ

مہربانی فرما کر احادیثِ نبویہ میں تطبیق دیتے ہوئے نص کو اپنے اطلاق پر رکھتے ہوئے اور محدثین کے اقوال کو دیکھتے ہوئے مسئلہ کی پوری تحقیق مدلل بحوالہ کتب معتبرہ تحریر فرمائیں تاکہ باعثِ اطمینان ہو سکے۔

جواب مختلعہ کی عدت کے مسئلے میں اختلاف ہے۔ فقہاء کی ایک کثیر جماعت اسے مطلقہ کی عدت کے مانند قرار دیتی ہے۔ اور ایک معتد بہ جماعت اسے ایک حیض تک محدود رکھتی ہے۔ اس دوسرے مسلک کی تائید میں متعدد احادیث ہیں۔ نسائی اور طبرانی نے ربیع بنت معوذ

کی یہ روایت نقل کی ہے کہ ثابت بن قیس کی بیوی کے مقدمۂ خلع میں حضورؐ نے حکم دیا کہ ان تتربص حیضۃ واحدۃ وتلحق باھلھا ابو داؤد اور ترمذی نے ابن عباس کی روایت نقل کی ہے کہ انہی زوجۂ ثابت بن قیس کو حضورؐ نے حکم دیا کہ تعتد بحیضۃ۔ نیز ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے ربیع بنت معوذ کی ایک اور روایت بھی اسی مضمون کی نقل کی ہے۔ ابن ابی شیبہ نے ابن عمرؓ کے حوالہ سے حضرت عثمانؓ کا بھی ایک فیصلہ اسی مضمون پر مشتمل نقل کیا ہے، اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے کہ پہلے ابن عمرؓ مختلعہ کی عدت کے معاملہ میں تین حیض کے قائل تھے، حضرت عثمانؓ کے اس فیصلہ کے بعد انہوں نے اپنی رائے بدل دی اور ایک حیض کا فتویٰ دینے لگے۔ اسی طرح ابن ابی شیبہ نے ابن عباس کا یہ فتویٰ نقل کیا ہے کہ عدتہا حیضۃ۔ ابن ماجہ نے ربیعہ بنت معوذ بن عفراء کے حوالہ سے حضرت عثمانؓ کے مذکورہ بالا فیصلہ کی جو روایت نقل کی ہے اس میں حضرت عثمانؓ کا یہ قول بھی موجود ہے کہ انما اتبع فی ذالک قضاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

امید ہے کہ ان حوالوں سے آپ کا اطمینان ہو جائے گا۔

تقلید اور اتباع

سوال: کتاب "جائزہ" ص ۵۵ پر ایک سوال کے جواب میں یہ عبارت آپ کی جانب منسوب ہے "میرے نزدیک صاحبِ علم آدمی کے لیے تقلید ناجائز اور گناہ بلکہ اس سے بھی کوئی شدید تر چیز ہے"۔ اب غور کیجیے کہ مثلاً حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ، حضرت امام غزالیؒ، حضرت مجدد الف ثانیؒ، حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ اور حضرت مولانا اشرف علی صاحبؒ سب مقلدین ہیں، تو کیا آپ کی عبارت کے سیاق و سباق سے ایسے لوگ مستثنیٰ ہیں یا نہیں یا آپ کے نزدیک یہ حضرات صاحبِ علم نہ تھے؟ امید ہے کہ آپ اپنے منصفانہ انداز میں اپنے قلم سے جواب تحریر فرمائیں گے۔

جواب۔ آپ کو شاید معلوم نہیں ہے کہ "جائزہ" میری تصنیف نہیں ہے اور نہ ہی میرے مشورے

سے لکھی گئی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ جو فقرہ اس میں نقل کیا گیا ہے، وہ میرا ہی ہے لیکن ایک فقرہ جو میری کسی عبارت سے کسی بحث کے سلسلے میں نقل کر دیا گیا ہو وہ مسئلۂ تقلید کے بارے میں میرے مسلک کی پوری ترجمانی کے لیے کافی نہیں ہے۔ آپ جیسے ذی علم بزرگ سے یہ بات پوشیدہ نہ ہونی چاہیے کہ کسی شخص کا مسلک اس طرح کے فقروں سے اخذ کرنا درست نہیں ہے، خصوصاً جبکہ وہ شخص اپنے مسلک کو تفصیل کے ساتھ اپنی کتابوں میں دوسرے مقامات پر بیان کر چکا ہو۔ اگر اس طرح سے دوسروں کی عبارتوں میں میرا ایک ایک فقرہ دیکھ کر مجھ سے سوالات کیے جانے لگیں تو میری ساری عمر جواب دہی میں صرف ہو جائے۔

آپ نے چونکہ زحمت اٹھا کر مجھ سے سوال فرمایا ہے، اس لیے مختصر جواب حاضر ہے۔

میں تقلید اور اتباع میں فرق کرتا ہوں۔ اگرچہ آجکل علماء تقلید کو مجرد پیروی کے معنے میں بولنے لگے ہیں، مگر قدیم زمانے کے علماء تقلید اور اتباع میں فرق کیا کرتے تھے۔ تقلید کے معنی ہیں دلائل سے قطع نظر کرتے ہوئے کسی شخص کے قول و فعل کی پیروی کرنا اور اتباع سے مراد ہے کسی شخص کے طریقے کو بربنائے دلیل پسند کر کے اس کی پیروی کرنا۔ پہلی چیز عامی کے لیے ہے اور دوسری عالم کے لیے۔ عالم کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ کسی امام کی پیروی کی قسم کھائے اور اگر کسی مسئلے میں اس امام کے مسلک کو اپنے علم کی حد تک کتاب و سنت سے اوفق اور اقرب نہ پائے تب بھی اس کی پیروی کرتا رہے۔ خود ائمہ مجتہدین نے اس کی بار بار تلقین کی ہے کہ کسی صاحب علم کے لیے ان کے قول کی پیروی اُس وقت تک جائز نہیں جب تک اُسے یہ نہ معلوم ہو جائے کہ کتاب و سنت سے اس کے حق میں دلیل کیا ہے[۱]۔ البتہ عالم کے لیے یہ بالکل جائز ہے کہ اگر وہ کسی امام کے مسلک کو دلائل شرعیہ کی بنا پر درست پاتا ہو تو اس کا اتباع کرے۔

آپ نے جن بزرگوں کا ذکر فرمایا ہے ان میں سے اکثر کی کتابوں میں میں نے یہی بات پائی ہے کہ وہ جس امام کی پیروی بھی کرتے ہیں، دلائل شرعیہ کی بنا پر مطمئن ہو کر کرتے ہیں اور اپنے اس اتباع کے حق میں دلائل پیش فرماتے ہیں۔ باقی بزرگ جو کسی خاص مسلک کی پیروی کرتے ہیں، میں ان کے متعلق بھی یہی حسن ظن رکھتا ہوں کہ وہ بھی اسی طرز کا اتباع کرتے ہونگے۔

[۱] ابن عابدین کے حاشیہ البحر الرائق صفحہ ۲۹۳۔ اور رسم المفتی صفحہ ۲۹ پر امام ابوحنیفہؒ کا یہ قول منقول ہے: لا یحل لاحد ان یاخذ بقولنا ما لم یعلم من این اخذناہ۔

اعتراض کے پردے میں بہتان

سوال: ترجمان، رمضان ۷۵ھ میں آپ نے کسی کے چند اعتراضات شائع کرکے ان کے جواب دیے ہیں اعتراض ۱۲ کے جواب میں آپ نے لکھا ہے کہ "یہ اعتراض نہیں بلکہ صریح بہتان ہے۔ میں نے اشارۃً و کنایۃً بھی یہ بات نہیں لکھی۔۔۔۔" در اصل اس معترض مذکور نے حوالہ دینے میں غلطی کی ہے۔ عزیز احمد قاسمی بی۔اے نے اپنی کتاب "مودودی مذہب حصہ اول" میں اس عبارت کے لیے ترجمان ربیع الثانی ۷۵ھ کا حوالہ دیا ہے۔ براہِ کرم اس حوالے کی مدد سے دوبارہ تحقیق فرمائیں اور اگر عبارت منقولہ صحیح ہو تو اعتراض کا جواب دیں۔"

جواب: میں پہلے ہی حیران تھا کہ میرے قلم سے تو کبھی وہ باتیں نکلی نہیں جو اس اعتراض میں میری طرف منسوب کی گئی ہیں، تو اس الزام کا آخر مأخذ کیا ہے۔ اب آپ کے حوالے کو نکال کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ مولوی صدرالدین صاحب کے ایک مضمون کے اقتباسات کو صرف اس بنا پر بلا تکلف میرے سر منڈھ دیا گیا ہے کہ وہ مضمون ترجمان القرآن میں شائع ہوا تھا۔ حالانکہ ہر مضمون کا مصنف خود ہی اپنے اقوال کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ اس کے ہر ہر لفظ کو اس رسالے کے اڈیٹر کی طرف تو منسوب نہیں کیا جا سکتا جس میں وہ شائع ہوا ہو۔